مقالات

مولانا قادر بخش بازید پوریؒ
تلمیذ محدث روپڑی حضرت مولانا حافظ عبداللہ امرتسریؒ

المرشد والامام

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کچھ عرصہ قبل "تنظیم اسلامی" کے نام سے ایک جماعت قائم کی ہے، جس کی بنیاد ان سے گہری وابستگی اور مشہور اسلامی مسئلہ "بیعت" پر رکھی ہے۔ برِصغیر کی تقسیم سے قبل بھی دہلی میں ایک عالمِ دین کی طرف سے "امامت" کی بنیاد پر ایک جماعت غرباء قائم کی گئی تھی۔ اور اس وقت اس مسئلہ پر مختلف علماء کی طرف سے اظہارِ خیال بھی ہوا تھا۔ چنانچہ زیرِ نظر مقالہ میں حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے ایک فاضل شاگرد نے اسی مسئلہ کا جائزہ کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا تھا۔ اور جو حالات کی مناسبت سے آج بھی ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

"اس مقالہ میں مندرجہ ذیل مسائل پر گفتگو کی گئی ہے:"

۱۔ امام کی قسمیں
۲۔ بیعت کس امام کے ہاتھ پر ہو سکتی ہے؟
۳۔ شرائطِ امام
۴۔ مسلمانوں کا امامِ بیعت ایک ہی ہوتا ہے یا متعدد بھی ہو سکتے ہیں؟
۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر سلطانی حیثیت کے بیعت لی ہے یا نہیں؟
۶۔ اگر کوئی بغیر بیعت کے رہے تو وہ کسی وعید کا مستحق ہے یا نہیں؟
۷۔ جو بغیر بیعت کے مر جائے اس کی موت جاہلیت کی موت کب ہو گی؟
۸۔ زکوٰۃ بغیر خلیفۂ وقت کی اجازت کے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟
۹۔ پیری مریدی کی بیعت کا کیا حکم ہے؟

۱- امام کی قسمیں

قسمِ اوّل امام نماز ہے!

جیسے حدیث میں ہے:

"عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ - الحديث"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پس جب تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو۔ پس تحقیق امام رکوع بھی تم سے پہلے کرے گا اور اٹھیگا بھی تم سے پہلے۔ الحدیث"!

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا" (بخاری باب ایجاب التکبیر)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام تو اسی واسطے کیا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ اقتدا کی جاوے پس جب تکبیر کہے امام، تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔"

ایسی احادیث میں بالتصریح ظاہر ہے کہ ان میں امام سے مراد امام نماز ہے۔

دوسری قسم امام ہدایت:

جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا"

سورۂ فرقان کی اس آیت میں متقیوں کے لیے امام ہونے کا ذکر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو امام بمعنے سلطان ہے وہ خاص متقیوں کا نہیں ہوتا۔ جیسے دوسری جگہ قرآنِ مجید کے بارے میں فرمایا ہے:

"ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ"

پس کتاب کا کام صرف ہدایت ہی ہے!

اور دوسری جگہ کتاب کو امام بھی فرمایا ہے:

"وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً"

اور راہ کو بھی امام کہا گیا ہے:

"وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ"

لوح محفوظ کو بھی امام کہا گیا ہے:

"كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ"

تیسری قسم امام بمعنی بادشاہ ہے:

جیسے حدیث میں ہے:

اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ - الحديث"

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ)

"سوا اس کے نہیں امام ڈھال ہے۔ اس کے پیچھے لڑائی کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ (دشمن سے) بچا جاتا ہے"

اس حدیث میں امام بمعنے بادشاہ ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے!

۲- بیعت کس امام کے ہاتھ پر ہو سکتی ہے؟

ظاہر ہے کہ امام نماز کو بیعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنے سے پہلے یہ نہیں کہ پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور پھر نماز پڑھیں یا ہمیشہ کے لیے بیعت کرلیں کہ ہم تیرے ہی پیچھے نماز پڑھا کریں گے۔ اور امام ہدایت کے ہاتھ پر بھی بیعت نہیں ہوتی کیونکہ امام ہدایت سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین سکھلا دے اور اس میں تمام علماء ربانی داخل ہیں۔ تو کیا ہر ایک کے ہاتھ پر بیعت کرتا پھرے؟ ایسا خیر قرون میں بالکل نہیں ہوا۔ اگر کسی کا دعوای ہے تو ثابت کرے اور کتاب اور راستہ قابلِ بیعت ہی نہیں۔ اب صرف امام بمعنے بادشاہ کے ہاتھ پر بیعت ہو سکتی ہے۔ خواہ بادشاہی حیثیت بیعت سے پہلے ہو، خواہ وہ جماعت، جو بیعت

کرنے والی ہے، وہ خود مختار اور صاحبِ اقتدار ہو۔ تاکہ اس جماعت کی بیعت سے بادشاہی حیثیت پیدا ہوجاوے اور "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ" کی طرح نہ ہوجاوے اور قرآن مجید و حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ سنیے قرآن مجید میں ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ الآية"

یہ بیعت صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہوئی ہے جو چھٹا سال سن ہجری کا ہے۔ اور اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہی حیثیت حاصل تھی۔ کیونکہ آپؐ اس سے پہلے بادشاہ ہو چکے تھے۔ اور بڑے بڑے جنگ مثل بدر اور خندق اور احد وغیرہ کر چکے تھے۔

رہی دوسری صورت کہ بیعت کرنے سے شاہی حیثیت پیدا ہوجائے۔ سو اس کا ذکر سنیے:

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ إِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي بَابِ وُفُودِ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ۔"

"عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان سرداروں سے تھا، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اور فرمایا (عبادہ بن صامت رضؓ نے کہ) بیعت کی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کہ نہ شریک کریں گے ہم ساتھ اللہ کے

کسی کو، اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ کسی کو قتل کریں گے مگر ساتھ حق کے اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ معصیت کے مرتکب ہوں گے جنت کے وعدے پر اگر پورا کیا ہم نے ان سب مذکورہ بالا امور کو۔ پس اگر ترک کیا ہم نے اس سے کچھ، تو فیصلہ اس کا اللہ کی طرف ہے!"

ایک دوسری حدیث یوں ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِشَنُوْءَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا مَّجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اِنِّيْ رَاَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهٗ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ وَاِنَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ مَنْ شَاءَ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ قَالَ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ قَالَ فَقَالَ هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى قَوْمِكَ قَالَ وَعَلٰى قَوْمِيْ قَالَ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَرِيَّةً فَمَرُّوْا بِقَوْمِهِ فَقَالَ صَاحِبُ السَّرِيَّةِ لِلْجَيْشِ هَلْ اَصَبْتُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ شَيْئًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَصَبْتُ مِنْهُمْ مِطْهَرَةً فَقَالَ رُدُّوْهَا فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمُ ضِمَادٍ" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ بَابِ تَخْفِيْفِ الصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ")

"ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ضماد رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں آیا اور تھا ضماد قبیلے ازد شنوءۃ سے، اور تھا دم کیا کرتا جنون سے۔ پس سنا اس نے مکہ کے بیوقوف لوگوں سے کہ کہتے تھے کہ تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہے۔ ضماد نے کہا کہ اگر دیکھوں میں اس آدمی (محمدؐ) کو تو شاید اللہ تعالیٰ شفا بخشے اس کو میرے ہاتھ پر۔ کہا ابنِ عباس رضی نے کہ ملا ضماد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پس کہا اس نے کہ یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تحقیق میں رقیہ کرتا ہوں اس ہوا سے اور اللہ شفا دیتا ہے میرے ہاتھ سے جس کو چاہتا ہے پس کیا ہے واسطے تیرے رغبت؟ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الحمد للہ" سے لے کر "امّا بعد" تک! پس کہا ضماد نے کہ ان کلمات کو میرے اُوپر لوٹا۔ پس لوٹایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ضماد پر تین مرتبہ۔ پھر کہا ضماد نے کہ بیشک سنا میں نے قول کاہنوں کا اور جادوگروں اور شعراء کا۔ پس نہیں سنا میں نے مثل ان کلمات آپؐ کے، اور تحقیق پہنچے گہرائی دریا کو۔ پھر کہا ضماد نے کہ لائیے ہاتھ اپنا۔ میں آپؐ سے بیعت کرتا ہوں اسلام پر۔ کہا کہ پھر بیعت کی حضورؐ سے ضماد نے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتے ہو؟" کہا کہ "ہاں کرتا ہوں"۔ کہا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہ پھر بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو پس گزری وہ ساتھ قوم ضماد کے۔ پھر فرمایا افسر نے لشکر کو کہ "کیا تم نے کوئی چیز ان سے لی ہے (جبراً)؟ پس کہا

ایک آدمی نے کہ "پہنچا ہیں لوٹے کو" پھر کہا کہ "رد کرو اس کو" پس یہ لوگ ضماد کی قوم ہیں۔"

ان دو حدیثوں سے پہلی میں انصار کے بیعت کرنے کا ذکر ہے اور انصار خود مختار غیر محکوم تھے۔ اور اسی طرح دوسری حدیث میں ضماد اور اس کی قوم کو سمجھ لینا چاہیے۔ لہٰذا آپؐ کو ان کی بیعت سے شاہی حیثیت حاصل ہوگئی کیونکہ اس وقت ہر ایک قوم الگ الگ حکومت کر رہی تھی۔ گویا کہ یہ ایسا ہو گیا جیسے بادشاہ کسی ضرورت کی وجہ سے اپنی رعیت سے الگ رہے۔ جیسے امیر کابل ہندوستان میں آجائے ٹھیک اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کا اذن نہ ہونے کی وجہ سے مکہ میں اپنی رعیتؓ، جن سے بیعت لی، جدا رہے۔

پس اس پہلے تمام مذکورہ بالا بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ بیعت کا تعلق جس امام سے ہے وہ بادشاہ ہے۔ خواہ بیعت لینے سے پہلے بادشاہ ہو یا بیعت لینے سے بادشاہ بنے ــــــ اور پھر بیعت کے لیے مطلق بادشاہ ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ کچھ اور شرائط بھی ہیں جو یہ ہیں:

۳ــ شرائطِ امام

شرطِ اول یہ ہے کہ امام مسلمان ہووے جیسے عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں ہے:

"اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ" الحدیث

(متفق علیہ)

یعنی کافر امامت سے خارج کیا جاوے گا بلکہ قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

۴ــ امام بیعت ایک یا متعدد

دوسری شرط یہ ہے کہ امام سب مسلمانوں کا ایک ہی ہو تا کہ امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں تفرقہ نہ ہو جائے، جیسا کہ ہندوستان میں موجود ہے۔

چنانچہ عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّهٗ سَتَكُوْنُ هُنَاتٌ وَّهُنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّفَرِّقَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ بَابِ حُكْمِ مَنْ فَرَّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ -"

"کہا عرفجہ رضی اللہ عنہ نے، سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرماتے تھے آپؐ، کہ "بے شک جلد ہو جائیں گے شرور و فسادات، پس جس نے ارادہ کیا کہ تفرقہ پیدا کرے امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، درآنحالیکہ ان کا اتفاق ہو- پس قتل کرو اس کو ساتھ تلوار کے- چاہے کوئی بھی ہو"

"وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا-" (رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ بَابِ إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ)

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، "جب بیعت کی جاوے واسطے دو خلیفوں کے- پس قتل کر دو جس نے بعد میں بیعت لینی شروع کی ہے ان دونوں سے"

"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَإِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فَبِيْعَةُ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ"

(متفق علیہ- مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، "تھے بنی اسرائیل میں سیاست کرتے نبی- جب فوت ہوتا ایک نبی، خلیفہ ہوتا اس کا دوسرا نبی- اور تحقیق میرے بعد

کوئی نبی نہیں ہے اور جلد ہوں گے خلیفے، بس زیادہ ہوں گے۔ کہا صحابہؓ نے کہ "آپؐ (اس بارے میں) ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟" فرمایا آپؐ نے کہ "جو پہلا خلیفہ ہے اس کی بیعت پوری کرو اور دو حق ان کا۔ بے شک اللہ سوال کرے گا اس چیز سے کہ والی بنایا ان کو۔"

ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمانوں کی بیعت ایک ہی امام کے ہاتھ پر ہونی چاہیے اور یہ نہیں کہ ہر ملک کے لیے الگ الگ ہو۔ بعض اور شرائط بھی ہیں۔ اگر ضرورت ہو گی تو کسی مفصل رسالہ میں ذکر ہونگے۔ ان شاء اللہ۔

۵۔ سلطانی حیثیت کے بغیر بیعت

اعتراض اوّل:

اگر کہا جاوے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضماد سے بیعت لی اور عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو اس وقت بادشاہ ہو گئے۔ پھر کیا وجہ ہے آپؐ نے لڑائی نہیں کی اور نہ حدود قائم کیے؟

جواب:

لڑائی اور حدود قائم کرنے کا حکم مدینہ میں اترا ہے، حکم اترنے سے پہلے آپؐ یہ کام کس طرح کر سکتے تھے؟ ہاں اگر حکم اترنے کے بعد آپؐ نہ کرتے تو آپؐ کے بادشاہ ہونے پر اعتراض پڑتا۔ اب کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

اعتراض ثانی:

اگر کوئی کہے کہ بادشاہ کی قید کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نمرود کے محکوم تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے کہ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا"

اس کے تین جواب ہیں:

۱۔ پہلے نبیوں کی سنت پر اسی قدر عمل کرنا ضروری ہے جو قرآن و حدیث کے موافق ہو۔ جیسے آدم علیہ السلام کے وقت میں دو بہن بھائی کا نکاح صحیح

تھا۔ اب کوئی اپنی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا، ایسے ہی یہ بھی حکم منسوخ ہے۔ یعنی اب محکوم امام بیعت لینے والا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحیح حدیث میں کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ "اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ" اور اس پر خیر قرون کا تعامل بھی دال ہے۔

۲۔ اگر محکوم امام تھے تو ہدایت کے امام تھے، کیونکہ ان کا امام ہونا تو ثابت ہے لیکن بیعت لینا ثابت نہیں۔ اَلْاِثْبَاتُ عَلَی الْمُدَّعِیْ۔

۳۔ اگر آیت کریمہ "وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" کی طرف غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے امام کہا تھا تو وہ نمرود کے محکوم نہ تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امامت کا عہدہ تب دیا ہے جب ابتلاء میں پورے اترے، اور بعد ابتلاء کے ابراہیم علیہ السلام نمرود کی سلطنت سے ہجرت کر گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" ملاحظہ ہو ابن کثیر وغیرہ۔

اس کے علاوہ بعض روایات میں ہے:

"عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ خَطَبَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ غَیْرُہٗ اَوَّلُ مَنْ بَرَّدَ الْبَرِیْدَ وَاَوَّلُ مَنْ ضَرَبَ بِالسَّیْفِ"

یعنی سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا ہے اور سب سے پہلے قاصد بھیجا اور سب سے پہلے تلوار چلائی۔"

(تفسیر ابن کثیر جلد اول)

اس روایت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت محکوم نہ تھے۔ چنانچہ قاصد بھیجنا اور تلوار چلانا اس پر دلالت کرتا ہے۔

اعتراض ثالث:

اگر کوئی کہے کہ "وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" سورۂ سجدہ میں ہے کہ "ہم نے بنی اسرائیل میں امام بنائے وہ ہدایت

کرتے تھے میرے حکم کے ساتھ"

جواب:

یہ بھی ہدایت کے امام تھے جیسے ہدایت کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

۶، ۷۔ بغیر بیعت کے وعید یا جاہلیت کی موت کب؟

اعتراض:

جب بیعت بغیر امام بادشاہ کے جائز نہیں ہے اور نہ ہی ہندوستان میں امام بادشاہ موجود ہے تو تمام مسلمان جاہلیت کی موت مرے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ:

"مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً"

یعنی "جو شخص بغیر بیعت امام کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

جواب:

انسان گناہ گار تب ہو سکتا ہے جب گناہ سے بچنے کی طاقت ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"

یعنی "اللہ کسی نفس کو اتنی تکلیف نہیں دیتا جو وہ برداشت نہ کر سکے"

اب چونکہ اس ملک میں امام بادشاہ موجود نہیں ہے تو بیعت کس سے کریں؟ بتلائیے جو لوگ حبشہ میں تھے ان میں جو بغیر بیعت کے فوت ہو گئے اور نجاشی بھی بغیر بیعت کے فوت ہو گئے، کیا یہ سب جاہلیت کی موت مرے؟ معاذ اللہ ہرگز نہیں! ۔۔۔ اور اویس قرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے تو کیا اتنی مدت وہ بے بیعت رہنے کی وجہ سے کسی وعید کے مستحق ہوئے؟ ہرگز نہیں! ۔۔۔ وہ تو ایسے بزرگ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہترین تابعین فرمایا ہے۔ اور صحابہؓ کو فرمایا کہ "جب تم اس کو ملو تو اس سے اپنے لیے بخشش کی دعا کراؤ۔" ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ص ۵۸۱ باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی الفصل الاول:

"عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَأَذْهَبَهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ" (رواہ مسلم)

علاوہ ازیں حذیفہ بن یمانؓ کی حدیث میں ہے، فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ فَقُلْتُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَىٰ أَصْلِ الشَّجَرَةِ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَىٰ ذٰلِكَ" (رواہ مسلم فی باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن)

"لازم پکڑ جماعت مسلمین کو اور ان کے امام کو" پھر کہا میں نے (حذیفہ نے) "پس اگر نہ ہووے جماعت اور امام؟" تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، "دور رہ ان تمام فرقوں سے اور اگرچہ چک مارے تو درخت کی جڑ پر حتیٰ کہ فوت ہو جاوے اور تو اسی پر ہو۔"

یعنی کسی سے بیعت مت کر۔ اگر مسلمانوں کا امام بادشاہ نہ ہووے، خواہ یہاں تک نوبت پہنچے کہ تجھ کو درخت کھانا پڑے۔ یہ مطلب نہیں کہ درخت ضرور کھا۔ جو یہ مطلب بیان کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ حدیث کے لفظوں میں نہیں۔

مزید سنیے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے مشہور صحابی اور خزرج کے سردار ہیں، بیعتِ عقبہ، جنگِ بدر، جنگِ احد، بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے اور نقباء سے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اصابہ میں فرماتے ہیں: "اَثْبَتَهُ الْبُخَارِیُّ" یعنی اس کا بدری ہونا امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے، اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ "عَقَبِیٌّ بَدْرِیٌّ اُحُدِیٌّ شَجَرِیٌّ وَهُوَ نَقِیْبٌ"۔ اور ان مقامات میں شریک ہونے والوں کے لیے قرآن وحدیث میں بڑی خوشخبریاں آئی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اسی حالت میں فوت ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو کتب مذکورہ)

— بتلائیے اتنے بڑے صحابی کیا جاہلیت کی موت مرے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی غلطی کی وجہ سے جاہلیت کی موت نہیں مرتا۔

علاوہ ازیں امام حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ امام کو دیکھ کر بیعت کرنی چاہیے۔ اگر اس کی امامت میں نقص ہو تو بیعت نہ کرنے والا جاہلیت کی موت نہیں مرتا۔ چہ جائیکہ جھوٹا امام ہو، جیسے آج کل محض زکوٰۃ کی وصولی کے لیے امام بناتے ہیں۔ خدا ان سے بچا رکھے۔ آمین ثم آمین!

اور بعض لوگ یہ پیش کرتے ہیں:

"اِذَا مَرَرْتَ بِبَلْدَةٍ لَيْسَ فِيْهَا سُلْطَانٌ فَلَا تَدْخُلْ فِيْهَا فَاِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ وَرُمْحُهٗ۔ (کنز العمال)

کہ "جب تو کسی شہر میں گزرے اور اس شہر میں سلطان نہ ہووے پس اس میں مت داخل ہو، کیونکہ سلطان سایہ ہے اللہ کا اور نیزہ ہے اس کا۔"

یعنی جب مسلمانوں کا بادشاہ نہ ہووے تو شہر میں مت رہو۔

جواب: یہ استدلال غلط ہے کیونکہ سلطان کا لفظ غیر مسلم اور مسلم دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے منع فرمایا ہے کہ جہاں کوئی انتظام نہیں ہوتا وہاں جان و مال کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور اگر مسلم

مراد ہو تو لازم آتا ہے کہ جو صحابہؓ تجارت وغیرہ کے لیے غیر ملکوں میں جاتے رہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ نیز صحابہؓ کے ہاتھ کافر بادشاہوں کو خطوط بھیجے۔ پس معلوم ہوا کہ سلطان کا لفظ عام ہے۔ ہاں اگر داخل نہ ہونے سے یہ مراد ہو کہ تمہیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہر شہر میں حکومتِ اسلامی قائم ہو جائے تاکہ ایسے شہر میں داخل ہونے کی نوبت نہ آوے جہاں غیر مسلم حاکم ہو، تو اس صورت میں بے شک مسلمان بھی مراد ہو سکتا ہے۔ دیگر، حدیث میں نکلنے کا کوئی لفظ نہیں ہے۔

۸۔ زکوٰۃ بغیر خلیفہ وقت کی اجازت کے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بالفرض اگر امامِ بیعت یہاں موجود ہو، تو بھی زکوٰۃ بغیر اجازت امام کے ہو سکتی ہے۔ چہ جائیکہ امام موجود ہی نہ ہو۔ ایسی حالت میں زکوٰۃ کے ادا ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

دلیل:

وَفَدَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدُ تُجِيْبٍ وَهُمْ مِنَ السُّكُوْنِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا قَدْ سَاقُوْا مَعَهُمْ صَدَقَاتِ أَمْوَالِهِمُ الَّتِيْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَسُرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ وَأَكْرَمَ مَنْزِلَهُمْ وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سُقْنَا إِلَيْكَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ أَمْوَالِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوْهَا فَاقْسِمُوْهَا عَلٰى فُقَرَائِكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا قَدِمْنَا عَلَيْكَ إِلَّا بِمَا فَضَلَ عَنْ فُقَرَائِنَا فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَفَدَ مِنَ الْعَرَبِ مِثْلُ مَا وَفَدَ بِهِ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ تُجِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْهُدٰى بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

فَمَنْ اَرَادَ بِهٖ خَيْرًا شَرَحَ صَدْرَهٗ لِلْاِيْمَانِ "

(زاد المعاد جلد دوم)

"موضع سکون تجیب قوم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد آیا اور وہ ۱۳ آدمی تھے، مع زکوٰۃ اپنے مال کے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور ان کی عزت کے ساتھ مہمانی کی اور کہا انہوں نے "یا رسول اللہ ہم اپنے مالوں کی زکوٰۃ لاتے ہیں" پس فرمایا آپؐ نے "اس کو اپنے غرباء سے بچ گیا ہے وہ لاتے ہیں" کہا ابو بکرؓ نے، "یا رسول اللہ، ایسا عرب سے کوئی وفد نہیں آیا" پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، "بے شک ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے ایمان کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے"

اس حدیث سے دو مسئلے ظاہر ہو گئے۔ اول بغیر اجازت امام کے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ ثانی پہلے اپنے غرباء کا حق ہے اس میں امام کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کی تائید حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهٗ اسْتُعْمِلَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهٗ اَيْنَ الْمَالُ قَالَ وَلِلْمَالِ اَرْسَلْتَنِيْ اَخَذْنَاهُ مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَاْخُذُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعْنَاهُ حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهٗ."

"عمران بن حصینؓ کو عامل بنایا گیا جب وہ واپس آئے، کہا گیا کہ "مال کہاں ہے؟" انہوں نے فرمایا کہ "مجھے مال کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ لیا ہم نے اس کو جہاں سے لیتے تھے۔ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور رکھا ہم نے اس کو جہاں رکھا کرتے تھے۔"

اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ جو مصارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں، وہاں ہی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے اور کسی امام کی اجازت

ء میں تقسیم کردو" کہا انہوں نے "یا رسول اللہ، جو ہمارے غرباء...

کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہو چکی ہے۔ اور اگر کوئی امام کہے کہ غرباء کو بھی میری اجازت کے بغیر مت دو، تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے ——— اور ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فرمانا کہ "لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا"[۱] یہ اس صورت میں ہے جب لوگ زکوٰۃ کے مسئلے سے انکار کر دیں جیسے لوگ نماز نہ پڑھیں تو امام زبردستی نماز پڑھوائے گا، لیکن اگر پڑھیں تو اجازت کی ضرورت نہیں ہے! ———

اور اسی بناء پر ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ "وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ"[۲] اور جو اس حدیث میں ہے کہ "یُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" یہ وہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں کے غرباء سے بچتا تھا۔ جیسا وفد تجیب کے قصہ سے ظاہر ہے۔ اور عمران بن حصینؓ کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ اور اگر کوئی اور حدیث ہو جس میں صدقہ کا ذکر، والیوں کی طرف رد کرنے کا ہو تو وہ بھی اسی پر محمول ہے۔

۹ــــ پیری مریدی کی بیعت کا کیا حکم ہے؟

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہو گیا کہ پیری مریدی کی بیعت کا کوئی اصل نہیں ہے۔ کیونکہ خیر قرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ جہاں بیعت کا ذکر ہے بادشاہی حیثیت کے ساتھ ہے، خواہ بیعتِ توبہ ہو یا غیر توبہ۔ اسی میں عورتوں کی بیعت بھی آگئی۔ محکوم کے ہاتھ پر بیعت، خیر قرون میں ثابت نہیں ہے۔ پس اس سے بچنا چاہیے۔

---

[۱] اگر یہ (اونٹ کا گھٹنا باندھنے کا) وہ تسمہ دینے سے بھی انکار کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں وہ دیا کرتے تھے، تو میں اس پر ان سے ضرور جنگ کروں گا۔"

[۲] "بخدا میں ضرور اس سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا (یعنی نماز تو پڑھے لیکن زکوٰۃ ادا نہ کرے۔")